

مکاتیب

(۱)

لندن، ۷ اپریل ۲۰۰۷ء

محترم مولانا راشدی دام لطفہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پچھلے چار مہینے ہندوستان میں گزرے۔ گزشتہ ہفتے واپسی ہوئی تو یہاں مارچ کا الشریعہ دیکھا۔ ”اسلام کے نام پر انتہا پسندی“ کا جو قصہ ”کلمہ حق“ میں رقم کیا گیا ہے، اس سے بہ صد رنج تصدیق ہوئی کہ روز نامہ جنگ وغیرہ سے جو صورت اور نوعیت اس قصہ کی سامنے آرہی ہے، وہ ٹھیک ہی ہے۔ مگر معاملہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اور اس کے بارے میں آپ کا جو شدید احساس و اضطراب تحریر میں نمایاں ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ”کلمہ حق“ کا حق ادا ہوتا نظر نہیں آیا۔ یہ اگر واقعہ ”افسوسناک انتہا پسندی“ ہے تو پھر صرف ”افسوسناک“ کہہ کے چھوڑ دینے سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے قلم انتہا پسندی کے دباؤ میں آیا ہوا ہے اور پورے اظہار حق کا یا رانہیں ہو رہا۔ کیا اسے مایوس کن علامت کہنے کی اجازت دیں گے؟ اگر الشریعہ اور شریعہ کونسل کا سکرٹری جنرل بھی صاف یہ نہ کہے گا کہ یہ شریعت کے نام پر اٹھائے جانے والا قدم شرعی ہے یا غیر شرعی، تو پھر اور کون اپنے ذمہ اس اظہار حق کا حق سمجھے گا؟

آپ نے وفاق المدارس کی پوری قیادت کے اسلام آباد آنے اور بھرپور کوشش کے بعد ناکام لوٹ جانے کا بھی ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب یہ کہ اس قیادت علیانے اپنے لئے بے بسی کی حیثیت کو قبول کر لیا۔ یہ اور زیادہ اضطراب انگیز بات ہے۔ آخر یہ لال مسجد کے خطیب کون بزرگ ہیں جو شریعت کی بابت اپنے فہم کے مقابلہ میں کسی اور کی بات سننے کو تیار نہیں؟ مگر وہ شاید زیادہ قابل الزام نہ ہوں اس لئے کہ ان کا جو مطالبہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا ہے، اس سے بقول آپ کے ”ملک بھر کے دینی حلقوں نے اصولی طور پر اتفاق کا اظہار کیا ہے۔“ اس اصولی اتفاق کی سند ملنے کے بعد وہ اگر تبصیر کہ وہ جو کر رہے ہیں، ٹھیک ہی کر رہے ہیں، تو کچھ زیادہ دوش انھیں کیوں کر دیا جاسکتا ہے؟ مولانا کیا واقعی آپ بھی سمجھتے ہیں کہ جس سیاق و سباق میں یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا، اُس سیاق و سباق میں بھی اسے اصولی اتفاق کی سند مل جانی چاہئے تھی؟ سیاق و سباق سے میرا مطلب، حکومت کے خلاف غصہ میں بچوں کی ایک لائبریری پر قبضہ (جسے پتہ نہیں کون سی اسلامی شریعت جائز رکھتی ہے؟) اور اس قبضہ سے دستبرداری کے لئے مطالبہ کہ اسلامی نظام شریعت کا نافذ کیا جائے، جیسا کہ آپ

کی تحریر بتا رہی ہے۔ ایک غیر اسلامی نعل سے باز آنے کے لئے رکھی گئی اسلامی نظام نافذ کئے جانے کی شرط کو بھی اگر ملک بھر کے دینی حلقے ”اصولی طور پر“ اتفاق کی حقدار مان سکتے ہیں تو پھر لال مسجد کے خطیب صاحب کا شکوہ عبث ہے۔ ”اسلامی نظام“ کے آواز کا ایسا ماحول لوگوں نے پاکستان میں بنادیا ہے کہ صحیح یا غلط جس انداز سے بھی یہ آواز کوئی اٹھا دے نمائندگان دین کو صحیح اور بجا کہتے ہی بنتی ہے۔

من از بیگانگان ہرگز نہ تالم کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد
اس بے تکلفی اور گستاخی کی معافی۔ مارچ کے شمارے میں آپ کے یہاں کی تازہ مطبوعات میں ”ایک علمی و فکری مکالمہ“ کا اشتہار ہے۔ کیا میں اس سے مستفید ہو سکتا ہوں؟

والسلام
(مولانا عتیق الرحمن سنہیل)

(۲)

لندن ۹۔ اپریل ۲۰۰۷ء

بخدمت محترم مولانا سید الحق صاحب زید محمد ام۔ جامعہ حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک۔ پاکستان
مولانا نے محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

خدا کرے مزارع بعافیت ہو۔ میں گزشتہ ہفتہ تک کئی ماہ سے انڈیا میں تھا۔ یہاں آتے ہی لال مسجد کی کہانی جنگ سے معلوم ہونا شروع ہوئی۔ جس کی تصدیق کی ضرورت تھی تو وہ، بھدرنج، مولانا زاہد الراشدی کے الشریعہ سے حاصل ہو گئی۔ کل اس پر ایک عریضہ مولانا راشدی کو امی میل کیا ہے۔ الشریعہ میں وفاق المدارس کی اعلیٰ قیادت کے اسلام آباد جانے کا بھی ذکر تھا اور اسامے گرامی میں حقانیہ کے دو بزرگوں کا بھی نام نظر آ رہا تھا۔ اس حوالہ سے خیال ہو رہا تھا کہ وہ امی میل کیوں نہ آپ کی سمت بھی بڑھا دیا جائے۔ ابھی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ آج کے جنگ میں مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہ کا بیان پڑھا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وفد کے شرکاء میں مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مولوی عبد العزیز صاحب کے شیخ بھی ہوتے تھے۔ پر وہ محترم اس رشتہ کا لحاظ و پاس دکھانے کو بھی تیار نہ ہوئے۔ یہ پڑھ کر ضروری معلوم ہوا کہ اپنا عریضہ بلا تاخیر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ امام لال مسجد کے اس رویہ کے بعد تو محض اتنا بیان بھی، جو مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کے نام سے آیا ہے، کافی نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ اس کے بعد تو آپ حضرات کی پوری قیادت کی طرف سے ان صاحب کا بالکل واضح الفاظ میں ”برادری باہر“ (Ex-communicate) کیا جانا چاہئے۔ ورنہ ان کے خود سرانہ رویہ کے ان اثرات سے بچاؤ ممکن نہیں ہوگا جن اثرات کا اشارہ مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے دیا ہے۔

والسلام
عتیق

(۳)

محترم و مکرم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب